عرب اسرائیل تنازعہ

اور

ہندوستان

عزیزہ امام (ایم۔پی)

KHALID KHAN HADI
BAZARIA HIMMAT KHAN
RAMPUR - 244901 (U.P.)

عرب اسرائیل تنازعہ اور ہندوستان

گزشتہ نصف صدی سے مغربی ایشیا کے عرب علاقہ میں عالمی سیاست نے جو مسئلہ پیدا کردیا ہے اور اس کے جو پریشان کن نتائج بر آمد ہو رہے ہیں۔ اس سے نہ صرف کُل عالم اسلام بلکہ دوسرے انصاف پسند ملکوں میں بھی بڑی بے چینی ہے۔ پرانی سامراجیت نئے لباس میں اپنا کام کر رہی ہے۔ ملک گیری اور کشورکشائی نے ایک نئی شکل اختیار کرلی ہے۔ گو مقاصد پُرانے ہیں۔ بڑی طاقتوں کی دائرۂ اثر بڑھانے کی باہمی مسابقت نے کچھ ایسی صورت اختیار کرلی ہے کہ نو آزاد ملکوں کو اپنی آزادی صحیح سلامت رکھنا بھی دشوار ہوگیا ہے۔ سامراجی طاقتوں کی ایک سازش سرزمینِ عربستان میں اسرائیلی ریاست کا قیام بھی ہے۔ جس نے عرب ممالک کو بڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

اس سے نہ صرف عرب ممالک ہی متاثر ہیں۔ بلکہ ہر وہ ملک اپنے ضمیر پر ایک بوجھ محسوس کر رہا ہے۔ جو حق و انصاف اور آزادی کا نصب العین رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسرائیل نے اپنے قیام کے ساتھ مختلف النوع مسائل پیدا کر دئے ہیں۔ جن میں سماجی، اقتصادی، سیاسی اور اُن سب سے بڑھ کر انسانی مسائل ہیں۔ جن کا حل کہیں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ ۱۹۲۰ء سے لیکر آج تک عرب علاقے کا امن و سکون مفقود ہے۔ اسرائیل سرزمین عرب کا ایک رستا ناسور بن گیا ہے اور اپنے اِرد گرد کے ملکوں کو گھن کی طرح کھوکھلا کرتا جا رہا ہے۔ ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کے اثرات اتنے دوُر رس ہو رہے ہیں کہ انکی زد میں پوری دنیا آگئی ہے۔ مغربی قوموں نے جس طرح عربوں کی بے بسی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کی مثال تاریخ میں شاید ہی کہیں مل سکے۔ لیکن عرب اپنے موقف پر قائم ہیں اور ظلم و زیادتی اور بے انصافی کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ۱۹۲۰ء سے اپنی آزادی و بقا اور حق و انصاف کے لئے عربوں کو جتنی اور جیسی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ انکا کوئی شمار نہیں ہے۔ اس جدوجہد میں ہندوستان ابتدا سے عربوں کے موقف کا حامی رہا ہے اور ان کے کاز سے ہمدردی اور

حمایت کا اعلان کرتا رہا ہے۔ ہندوستان کا رویہ بین الاقوامی سیاست میں ضرب المثل کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

ایک عرب مصنف کا کہنا ہے کہ "ہم عربوں کو صحیح یا غلط ہمیشہ یہ یقین رہا ہے کہ ہندوستان عربوں کے مسائل کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اور یہ کہ ہمیں ہندوستان کی حمایت حاصل ہونا ناگزیر ہے۔"

بین الاقوامی سیاست میں اس طرح کا رویہ رکھنا اور اس طرح سوچنا یقیناً غلط ہے۔ کیوں کہ عالمی سیاست کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ایک ملک اپنے قومی مفاد کے لئے دوسرے ملک سے تعلقات قائم کرتا ہے۔ یا اپنی خارجہ پالیسی مرتب کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہندوستان نے جو رویہ عرب ممالک اور عربوں کے مسائل کی طرف رکھا ہے۔ اس میں ہندوستان کا قومی مفاد شامل رہا ہو۔ لیکن قومی مفاد کی بات تو اس وقت سے سامنے آتی ہے۔ جب سے ہندوستان آزاد ہوا اور ہندوستانیوں کو اپنے معاملات پر پورا قابو حاصل ہوا ہے۔

۱۹۴۷ء سے پہلے بھی ہندوستانی عوام نے عربوں کی تائید اور حمایت کی ہے اور مسلسل کی ہے۔ اس وقت حکومت غیر ملکی تھی۔ اگر ملکی مفاد پیش نظر ہو سکتا تھا تو سرکاری سطح پر۔ لیکن عوام کی سطح پر ملکی مفاد کا خیال

بے معنی تھا۔ اگر کوئی خیال تھا تو صرف ایک کہ دنیا میں جہاں ظلم، زیادتی اور بے انصافی ہو اور حق و انصاف کا گلا گھونٹا جائے۔ اس کے خلاف آواز اٹھانا ہندوستانیوں کا فرض ہے۔ پھر عربوں سے ہندوستانی عوام کے جو تاریخی تعلقات رہے ہیں۔ انھوں نے بھی ان دونوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا ہے۔ برطانوی سامراج کے ہتھکنڈوں اور اسرائیلیوں کی زیادتیوں کے خلاف عربوں کی دلیرانہ جدوجہد کی۔ اگر کسی گوشے سے پذیرائی ہوئی تھی تو وہ ہندوستان کی طرف سے۔

چنانچہ ۱۹۲۸ء میں جب ہندوستان خود غلام تھا اور اپنی آزادی کی جدوجہد میں لگا تھا۔ اس وقت انڈین نیشنل کانگریس نے نے عربوں کی پرزور حمایت اور تائید کی۔ دسمبر ۲۸ء میں کلکتہ میں انڈین نیشنل کانگریس کا ۴۳واں اجلاس پنڈت موتی لال نہرو کی صدارت میں ہوا تھا۔ کانگریس نے مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی اور عربوں سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

<u>قرارداد ۱</u> :- " کانگریس مصر، شام، فلسطین، اور عراق کے عوام کو پُرخلوص مبارکباد پیش کرتی ہے۔ انھیں مغربی سامراج سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد میں پوری ہمدردی

اور حمایت کا یقین دلاتی ہے۔"

واردھا میں جون / جولائی ۱۹۳۶ء میں کانگریس ورکنگ کمیٹی نے فلسطینی عربوں سے مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی تھی:۔

قرارداد ۴:۔ " ورکنگ کمیٹی فلسطین کے عربوں کو برطانوی سامراج کے خلاف ان کی جدوجہد پر مبارکباد پیش کرتی ہے اور ان کے ساتھ پوری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔"

اکتوبر ۱۹۳۷ء میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کے کلکتہ میں منعقدہ جلسے میں فلسطین کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ اس جلسے کی صدارت پنڈت موتی لال نہرو نے کی تھی اور مندرجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی تھی:

قرارداد ۱۲:۔ عربوں کو فلسطین کا بٹوارہ تسلیم کرنے پر مجبور کرنے کی غرض سے برطانوی سامراجیوں نے جو دہشت پھیلا رکھی ہے اور ان کے ساتھ جو ظلم و زیادتی روا رکھی ہے اس کے خلاف کمیٹی سخت احتجاج کرتی ہے اور عربوں کو یقین دلاتی ہے کہ قومی آزادی کی ان

کی اس جدوجہد میں ہندوستانی عوام متحدہ طور پر ان کے ساتھ ہیں۔"

اسی طرح فلسطین کے بٹوارے پر فروری ۱۹۳۸ء میں وٹھل نگر ہری پورا (گجرات) میں ہونے والی کانگریس کے ۵۱ ویں اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی :-

قرارداد :- "عربوں کے احتجاج اور انکی شدید مخالفت کے باوجود حکومتِ برطانیہ نے فلسطین کے بٹوارے کا جو فیصلہ کیا ہے اور اس منصوبے پر عملدرآمد کے لیے جو کمیشن کا تقرر کیا ہے۔ کانگریس اُسکی سخت مذمت کرتی ہے۔"

"عربوں کو ان کی مرضی کے خلاف تقسیم فلسطین کی تقسیم منظور کرنے پر مجبور کرنے کے لیے حکومت برطانیہ نے جو دہشت اور خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے۔ کانگریس اس کے خلاف سخت احتجاج کرتی ہے۔"

"قومی آزادی کے لیے عربوں کی تحریک اور برطانوی سامراج کے خلاف ان کی جدوجہد

پر کانگریس اپنی پوری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔"

اسی سال یعنی دسمبر ۳۸ء میں ورکنگ کمیٹی کا اجلاس وردھا میں منعقد ہوا۔ سبھاش چندر بوس صدر تھے۔ کمیٹی نے مسئلہ فلسطین پر مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:-

قرارداد:- "فلسطین کے بدلتے ہوئے حالات کے سلسلہ میں اور سیاسی و قومی سالمیت کو برقرار رکھنے کی عربوں کی جدوجہد پر ورکنگ کمیٹی نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کئی قراردادیں وقتاً فوقتاً منظور کی ہیں۔ باوثوق ذرائع سے ایسی خبریں مسلسل موصول ہو رہی ہیں کہ انگریزی فوج اور پولیس فلسطین میں امن و امان قائم کرنے کے پردے میں عربوں پر ناقابل بیان مظالم اور زیادتیاں کر رہی ہے۔ موت و زیست کی اس جدوجہد میں عربوں نے جس جرات و استقلال اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسپر ہندوستانی عوام تحسین و آفرین کہتے ہیں اور ایکمرتبہ

پھر عربوں کو ان کے مقاصد میں کامیابی کے
لئے اپنی نیک خواہشات وتمنائیں پیش کرتے
ہیں۔"

"فلسطین میں برطانوی سامراج نے جو بے
رحمانہ پالیسی اختیار کی ہے اس کے گمبھیر
نتائج سے متنبہ کرتے ہوئے ورکنگ
کمیٹی اس پالیسی کی مذمت کرتی ہے۔ اور
اپنی سابق رائے پر دوبارہ اصرار کرتی ہے
کہ فلسطین میں آئندہ طرز حکومت کا فیصلہ
خود اختیاری کے اصول پر ہونا چاہیئے۔"

مارچ سنہ ۱۹۳۹ء میں تری پورہ میں انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے
۵۲ ویں اجلاس میں اسی مضمون کی ایک قرارداد پاس کی ہے۔

جون سنہ ۱۹۳۶ء میں پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے ایک
مضمون میں بیلفور اعلانیہ (سنہ ۱۹۱۷ء) کا گہرا جائزہ لیتے ہوئے
برطانوی سامراج کی زیادتیوں اور عربوں کو فریب دینے کی کوشش کی
بڑی مذمت کی۔ انھوں نے لکھا تھا کہ بیلفور اعلانیہ کا مقصد بالآخر
ایک ایسی یہودی ریاست قائم کرنا ہے جو کل علاقہ پر حاوی ہو۔ برطانوی

سامراج کی زیادتیوں اور عربوں نے فلسطین کے علاقہ میں یہودیوں کی آمد کو جس طرح بڑھاوا دیا ۔ اس کے خلاف عربوں کی جدوجہد کو پنڈت جواہرلال نہرو نے قومی آزادی اور سامراجی تسلط کے خلاف قوم پرستانہ جدوجہد سے تعبیر کیا۔

بعد میں ۱۷ دسمبر ۱۹۳۸ء کے ہندو اخبار میں پنڈت نہرو نے ایک مضمون شائع کیا ۔ جس میں ہندوستان کے موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا :۔

"فسطائی بہیمیت اور خوف وہراس کے شکار یہودیوں کے ساتھ ہمیں پوری ہمدردی ہونی چاہئیے ۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم عربوں کو اپنے ملک فلسطین میں اُن کے مفادات کو نظرانداز کردیں ۔ فلسطین ایک عرب مُلک ہے اور عربوں کے مفادات مقدم ہونے چاہئیں"

جب آزادی سے پہلے ہندوستان عربوں کا اتنا زبردست حامی تھا تو ظاہر ہے آزادی ملنے کے بعد اور موثر طور پر عربوں کے معاملات میں انکی مدد کرنے کے قابل ہوگیا ۔ چنانچہ اقوام متحدہ کا ممبر ہوتے ہی ہندوستان کا پہلا کارنامہ یہی تھا کہ اس نے اسرائیل کے قیام کی پرزور مخالفت کی ۔ امریکی دباؤ کے باوجود ہندوستان

عربوں کے جائز حق وانصاف کے لئے سینہ سپر رہا۔ اور آج تک اپنی اسی روش اور اسی اصول پر قائم ہے۔ گو اس وقت سے آج تک دنیا کے مختلف گوشوں سے اس بات کی برابر کوشش کی گئی کہ ہندوستان اپنی پالیسی بدل دے۔ لیکن ہندوستان نے ایسا نہیں کیا۔ ہندوستان کی راہ میں طرح طرح کی روکاوٹیں اور طرح طرح کے مسائل سیاسی واقتصادی دمیدان میں پیدا کئے گئے۔ مگر ہندوستان کے انصاف پسند عوام اور حق وانصاف کی راہ پر گامزن ان کے رہنماؤں نے اپنے موقف کو نہیں بدلا۔

بقول ایک عرب مصنف محمد وہبی کے "اس طویل تاریخی عمل کی بدولت فلسطینی عربوں کا یہ سچا کاز ہندوستانی قومی ضمیر کا جیتا جاگتا جزو بن گیا ہے۔"

چونکہ اسرائیل کے قیام کو ہندوستان جائز تصور نہیں کرتا اس لئے اس نے اسرائیل کو آج تک اس حیثیت سے تسلیم نہیں کیا کہ اس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرتا۔ اسرائیل کی مخالفت کی وجہ شریمتی اندرا گاندھی نے قاہرہ کے موقر اور مشہور اخبار "الاھرام" کے خصوصی نامہ نگار کو یہ بتائی کہ۔

"ہم اسرائیل کی مخالفت صرف اس لئے نہیں کرتے کہ

کہ عربوں سے ہماری دوستی ہے بلکہ اس لئے بھی کہ ہم
مذہبی بنیادوں پر ریاستوں کے قیام کے مخالف ہیں
اور ہم جارحیت اور بے انصافی سے ہتھیائے گئے علاقوں
کو بھی تسلیم نہیں کرتے ۔"
(الاھرام قاھرہ ۱۰ جولائی ۱۹۶۶ء)

اس قول اور اصول کے مطابق پنڈت جواہر لال نہرو اور شریمتی اندرا گاندھی کی سرکاروں نے اسرائیل سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ گو اسرائیل نے اس کی بڑی کوشش کی اور ہندوستان کے رویہ پر اثر انداز ہونے کے عجیب عجیب طریقے اختیار کئے۔ امریکی اثر سے ہندوستان میں کچھ ایسے گروہوں کو اکسایا گیا کہ وہ آگے ہو کر سیاسی سطح پر اسرائیل کے موقف کی تائید کریں اور ہندوستان کو اپنے موقف سے ہٹنے پر مجبور کریں۔ مظاہرے بھی ہوئے۔ جلسے، جلوس بھی۔ خود اسرائیل نے بھی تعلقات کی نوعیت کو بدلنے کے لئے ایک مرتبہ ہندوستان کو کھاد سپلائی کرنے کی پیش کش کی۔ لیکن ۱۰ مئی ۱۹۶۷ء کو لوک سبھا میں وزیر زراعت شری سیرامانیم نے رپورٹ دی کہ اسرائیل کی یہ پیش کش قبول نہیں کی گئی۔ ہندوستان کے اس رویے اور

پالیسی نے اسرائیل کو چکر میں ڈال رکھا ہے۔

۱۷ر نومبر ۱۹۶۶ء کو اسرائیلی کے ایک مشہور صحافی آریہ دسنت شنک نے لکھا کہ "ہندوستان کی پالیسی اسرائیل کے لئے نہ صرف تکلیف دہ ہے بلکہ پریشان کن بھی ہے۔"

اسرائیل کی جارحانہ کارروائیوں کو بے نقاب کرنے اور بروقت اس کے خلاف احتجاج کرنے میں ہندوستان نے کبھی کوتاہی نہ کی۔ ۱۳ر نومبر ۱۹۶۶ء کو جب اسرائیل نے اپنے منصوبے کے مطابق جارڈن پر حملہ کیا تو ہندوستان کی وزارتِ خارجہ کی طرف سے ایک بیان میں اسرائیل کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے اُس جارحانہ کارروائی کی مذمت کی گئی۔

اسی طرح دریائے اردن کے پانی کے مسئلہ پر پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۹۶۳ء میں عرب ممالک کو یقین دلایا کہ ہندوستان کی پوری ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں۔

۱۹۶۴ء میں دلی میں ہونے والے ایک سیمینار میں شری لال بہادر شاستری نے بھی اس مسئلہ پر عربوں کی تائید و حمایت کی اور شریمتی اندرا گاندھی نے بھی ہر موقعہ پر عربوں کا ساتھ

دیتے ہوئے اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا۔ عرب اسرائیل تنازعہ کی پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں پیش کی جا سکتی۔ جس میں پنڈت نہرو، شری لال بہادر شاستری یا شریمتی اندرا گاندھی کی حکومتوں نے عرب ممالک کا ساتھ نہ دیا ہو۔

جون ۱۹۶۷ء کی جنگ کے سلسلہ میں ہندوستان نے ۱۰ نومبر ۱۹۶۷ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اپنی تجویز پیش کی۔ جس میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل نے جن عرب علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ اُسے وہ فوراً خالی کردے ہندوستان کی اس تجویز کو اسرائیل کے وزیر خارجہ ابا ایبان نے یہ کہکر مسترد کردیا کہ یہ تو بالکل "عرب تجویز" ہے۔ اس تجویز کو پیش کرتے وقت کرشنا مینن نے دیگر ملکوں سے اپیل کی کہ وہ اسرائیل پر دباؤ ڈال کر عرب علاقوں کو خالی کرائیں۔

ہندوستان کی اس سرگرم اور پُرخلوص کوشش اور مدبرانہ کے محسن آلعینی نے مسرت کا اظہار کیا۔ اور ہندوستان کی کوششوں کو سراہا۔

۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد امن وامان قائم کرنے کے

کے لئے اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ہندوستان کی فوج اسرائیل کے نواحی علاقوں میں تعینات تھی۔ اسرائیل نے اچانک غازہ پر حملہ کر کے ہندوستانی فوج کے سپاہیوں کو نقصان پہنچایا اور بہت سے جوان ہلاک ہو گئے۔ بعد میں اسرائیل نے ہندوستان کی خوشنودی کے لئے اس کا معاوضہ ادا کرنا چاہا۔ لیکن ہندوستان نے یہ کہکر معاوضہ قبول نہیں کیا کہ چونکہ اسرائیل اس عمداً حملے کی ذمہ داری سے انکار کرتا ہے۔ اس لئے اسرائیلیوں سے یہ معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا۔

اقوام متحدہ کی اسپیشل پولیٹیکل کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے ۶ اردسمبر ۱۹۶۷ء کو شری ڈی۔ پی۔ دھر نے اقوام متحدہ سے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ عرب پناہ گزینوں کے مسئلہ کو فوری طور پر حل کرے۔

جولائی ۱۹۶۸ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب صدر جمہوریہ نے روس کا دورہ کرتے ہوئے ماسکو میں یہ بیان دیا کہ "اسرائیل کی فوجوں کو عرب علاقوں سے فوراً ہٹ جانا چاہیئے"

مغربی ایشیا کے اس بحران میں ۱۹۶۹ء میں ہندوستان نے اپنی سفارتی کوششوں سے عرب ریاستوں کی بڑی مدد کی ۔ ہندوستان کی ان کوششوں کے بارے میں اپریل ۱۹۶۹ء میں متحدہ عرب جمہوریہ کی پارلیمنٹ میں کے مسٹر محی الدین نے کہا کہ ۱۹۶۷ء کے اسرائیل کے جارحانہ حملے کی اصل ماہیّت کو بے نقاب کرنے میں ہندوستان نے جو رول ادا کیا ہے ۔ اُسے عرب پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔

اسی طرح اسرائیلیوں نے اپنے متعصبانہ جنون کی رو میں جب مسجدِ اقصٰی کی بے حُرمتی کی اور اُسے نذرِ آتش کر دیا ۔ تو ہندوستان کے وزیر خارجہ شری دنیش سنگھ نے لوک سبھا میں اسرائیل کی شدید مذمت کی اور اسرائیل کے خلاف کارروائی کئے جانے پر زور دیا ۔

اس افسوسناک واقعہ پر شریمتی اندرا گاندھی نے راجیہ سبھا میں تقریر کرتے ہوئے اسرائیل کی سخت مذمت کی ۔ اور اسرائیل کی اس شرمناک حرکت کو "فعلِ قبیح" اور "شرمناک فعل" سے تعبیر کیا ۔

اسی سلسلہ میں شری سامر سین نے ۱۱ ستمبر کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ہندوستان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا :-

" ہمارے نزدیک یہ واقعہ کسی بڑی اور خطرناک بیماری کی علامت ہے اور یہ دراصل یُروشلم و دیگر عرب علاقوں پر اسرائیلیوں کے ناجائز قبضہ کا براہِ راست نتیجہ ہے ۔"

غرضیکہ روزِ ازل سے آج تک کہیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ عرب اسرائیل تنازعہ کے سلسلہ میں ہندوستان نے اپنے پُرانے موقف سے ذرا بھی انحراف کیا ہو بلکہ کوئی موقع ایسا نہ جانے دیا جب اِسرائیل کی گرفت اور ملامت نہ کی ہو۔ ہندوستان کے اسی رویہ سے تنگ آکر شاید ۲۹ ر اکتوبر ۱۹۶۹ء کو دہلی میں منعقدہ انٹر پارلیمنٹری یونین کانفرنس میں اسرائیلی نمائندے ڈیوڈ ہیکو مبن نے جھنجھلا کر یہ کہہ دیا کہ :-

ہندوستان کا عربوں کی اندھا دھند حمایت کرنا اسرائیل کے ساتھ بے انصافی اور زیادتی ہے ۔"

۱۹۷۳ء کی جنگ کے دوران بھی ہندوستان نے اپنی سی

مدد کی۔

جنگ کے ختم ہونے کے بعد وزیرِ خارجہ شری سورن سنگھ کے لوک سبھا کے بیان نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا جب اُنہوں نے یہ انکشاف کیا کہ اس جنگ کے دوران ہندوستان نے عربوں کو جنگی ساز و سامان اور فالتو پرُزے مہیا کر کے اپنے انداز میں ان کی مدد کی۔

واقعہ یہ ہے کہ حق و انصاف کی حمایت اور عربوں کے ہندوستان سے قدیمی تاریخی تعلقات کو نباہنے کی مثال دُنیا میں کم ہی ملے گی۔"

پرنٹرز اینڈ پبلشرز پرنٹ این آرٹ نئی دہلی فون نمبر 560123

قیمت پچاس پیسے